© rasailojaraid.com

پروفیسر ظہور احمد اظہر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور

مذہب اور انسانی معاشرہ

گزشتہ دو صدیوں کے دوران مغرب کے مادہ پرست دانشوروں نے انسانی معاشرے سے مذہب کو کاٹ پھینکنے کی سر توڑ کوششیں کی ہیں اور انسانیت کو اس "غیر ضروری برائی" سے نجات دلانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے۔ مغربی مادہ پرستی کے اس طوفان کی بعض لہریں تو اس قدر شدید اور طاقتور تھیں کہ سرزمینِ مشرق بھی ان کے تھپیڑوں سے محفوظ نہ رہ سکی۔ پھر کارل مارکس اور اس کی معنوی اولاد نے اشتراکی شعبدہ بازی کے سبز باغ دکھلا کر "مذہب کی مہلک افیون" کو مٹانے کے لیے انسانیت پر جو مظالم توڑے (اور جو اب بعض بلادِ عرب میں توڑے جا رہے ہیں) وہ اب کوئی سر بستہ راز نہیں رہے مگر اس کے باوجود مذہب بھی اتنا سخت جان واقع ہوا ہے کہ وہ بھی انسانیت کا دامن چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ یا یوں کہیے کہ انسانیت مذہب کو نہیں چھوڑ سکتی۔ کیونکہ مادہ پرستی کی الائشوں اور تیز رفتار مشینی زندگی کا تھکایا اور ستایا ہوا انسان بالآخر اپنے قلب و روح کی تسکین کے لیے مذہب ہی کا سہارا لینے پر مجبور ہو جاتا ہے خواہ وہ اس صدی کے سرکش ملحد اور عظیم ترین آمر سٹالن کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو۔

یورپ کی مذہب بیزاری کے عوامل و محرکات کی تفصیل میں جانے کی تو گنجائش نہیں مگر مذہب سے راہِ فرار اختیار کرنے کی مختصر روداد سن لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مغرب کی فکری نشاۃِ ثانیہ کے دور میں پاپائیت کے ظلم و استبداد کے ستائے ہوئے دانشوروں نے تثلیث کے گورکھ دھندے کو مسترد کر دیا اور اس مفروضے پر ادب و فن میں اپنی تسکین و نجات کی راہیں تلاش کرنے کی کوشش کی کہ علم و ادب اور اصنافِ فنون کی روشنی انسان کی رہنمائی کا کام دے سکتی ہے اور اسے قلبی و روحانی تسکین بخش سکتی ہے مگر یورپ کے صنعتی انقلاب نے اس مفروضے کو خوابِ پریشان کی طرح تار تار کر دیا اور مذہب سے بھاگنے والا انسان ایک دفعہ پھر حیرت و پشیمانی کے دوراہے پر آ کھڑا ہوا اور دولت و عزت کے لالچ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرمایہ دارانہ جبر واستبداد نے انسانیت کا سکون تہ و بالا کر دیا چنانچہ اس خلا کو پر کرنے کے لیے فلسفہ میدان میں نکلا اور دکھی انسانوں کو فلسفہ کے خیالی غباروں میں بیٹھ کر زندگی کی الجھنوں کے ساتھ ساتھ کائنات کی گتھیاں سلجھانے کی دعوت دی اور یہ دعوے سامنے آیا کہ وہ زمانہ بیت گیا جب سرمایہ داری کا حلیف پاپائی مذہب انسانی رہنمائی کا ذریعہ ہوتا تھا۔ اب کسی مذہب یا ہادی کی حاجت نہیں۔ اب تو فلسفے کی روشنی ہی انسانی معاشرے کی تعمیر و ترقی اور رہنمائی کے لیے کافی ہے مگر مغربی سرمایہ پرستی کے دھارے کو فلسفہ بھی نہ موڑ سکا اور

"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

اب یورپ کے فلسفی اور دانشور کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ وہ سرمایہ پرستی کے ساتھ مل کر چلے اور اس کی ہاں میں ہاں ملائے تاکہ معاشرے میں سے دورنگی ختم ہو جائے اور سب انسان ایک ہی سرچشمے کی روشنی میں معاشرہ تعمیر کریں اور اپنی تسکین کا سامان مہیا کریں۔ اس لیے اب سرمایہ پرستی کے ساتھ مادہ پرستی کا رشتہ قائم ہوا اور انسانی معاشرے میں روحانی اقدار کی ضرورت کی یکسر نفی کر دی گئی اور یورپ سرمایہ پرستی کے ساتھ ساتھ مادہ پرستانہ جبریت کی لپیٹ میں آگیا۔ پھر جدید سائنس کے نظریہ حتمیت (Predetermination) نے مادیت و جبریت کو زبردست تقویت پہنچائی اور انسان یہ سمجھ بیٹھا کہ اب اس کی رہنمائی کے لیے دو چراغ روشن ہو گئے ہیں۔ ایک جدید سائنس اور دوسرا مادہ پرستانہ جبریت کا فلسفہ اور اب وہ اپنے "ازلی دشمن" مذہب سے نجات پانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ چنانچہ اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں مادیت والحاد کے عظیم علمبردار مفکر "آگسٹ کومٹ" نے دنیا کو یہ مژدہ سنایا کہ انسانیت اپنی زندگی کے دو مراحل طے کر کے اب تیسرے اور آخری مرحلے میں داخل ہو گئی ہے۔ سب سے پہلا مرحلہ مذہب یا "لاہوتیت" کا تھا، دوسرا مرحلہ مابعد الطبیعیاتی فلسفے کا تھا اور تیسرا مرحلہ سائنس کا ہے اور اب ہم تیسرے اور آخری مرحلے سے گزر رہے ہیں، ہمارا دور سائنس کا دور ہے، سائنس ہی ہمارا دیوتا ہے اور یہی مشکل کشا ہے۔ اب ہمیں نہ مذہب کی ضرورت ہے اور نہ فلسفے کی! اس لیے انیسویں صدی دراصل سائنس کی صدی تھی۔ سائنس کا نظریہ حتمیت انسانیت کے دل و دماغ پر مسلط رہا اور ہر مسئلے کا حل اور ہر مرض کا علاج سائنس کے سپرد رہا۔

پھر سائنسی تحقیق کے دائرے جس قدر وسیع ہوتے گئے اور آفاق کائنات کی لامحدود وسعتیں سامنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آتی گئیں اسی قدر انسان کی حیرت بڑھتی گئی اور بالآخر بیسویں صدی میں الیکٹرون اور نائٹرون کی دریافت نے جہاں فلسفۂ جبریت کے بُت کو پاش پاش کر دیا وہاں سائنس کا نظریۂ حتمیت (یعنی ضروری شرائط کے وجود میں آجانے سے نتیجے کا ظہور حتمی ہے) بھی باطل ہو گیا اور اب حتمیت کی جگہ "احتمالیت" نے لے لی (یعنی ضروری شرائط کے وجود میں آجانے سے نتیجے کا ظہور ضروری نہیں بلکہ احتمالی ہے)۔ اس نظریہ نے سائنسدانوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ سائنس کے مقررہ اندازوں کو غلط ثابت کر دینے والا حکیم مطلق ضرور موجود ہے جس کے اشارے پر یہ کائنات چل رہی ہے۔ ایک امریکی سائنسدان سے جب یہ سوال کیا گیا کہ خدا کے متعلق جدید ترین سائنسی نظریہ کیا ہے؟ تو اس نے بے ساختہ جواب دیا کہ:

"ہمارے سائنسدان اب پہلے کی نسبت زیادہ عقلمند ہیں۔ پہلے تو وہ کہا کرتے تھے کہ خدا کا مطلقاً وجود نہیں لیکن اب کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں"

گویا بھٹکے ہوئے راہی اب پھر حیرت کے دوراہے پر آکھڑے ہوئے ہیں۔ سائنس کی آفاق گیر تحقیق نے "آیاتِ ربانی" کی نشاندہی کر دی ہے اور اب سائنسدان اپنی سائنسی تحقیق کی روشنی میں خدا کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں اور یہی بات قرآن نے کہی ہے کہ:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ط (آخر سورہ حٰم سجدہ)

ہم انہیں کائنات کے گوشوں میں اور خود ان کی اپنی ذات میں پائی جانے والی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر یہ عیاں ہو جائے کہ اللہ کی ذات حق ہے

اور یوں مذہب سے فرار کی راہیں ڈھونڈنے والے پھر مذہب کے حلقہ بگوش ہو رہے ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ مذہب اور انسان کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور انسان کا وجود مذہب کے لیے علّت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے جہاں علّت پائی جائے گی وہاں معلول کا پایا جانا بدیہی امر ہے۔ مذہب کے بغیر انسانیت کا تصور ناممکن ہے کیونکہ مذہب اپنے وسیع مفہوم میں طریقۂ زندگی اور عقیدہ و عمل کے مجموعے کا نام ہے اس لحاظ سے ملاحدہ کا مذہب "الحاد" ٹھہرا اور مارکس کی معنوی ذریت کا مذہب "کمیونزم" ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مذاہب کو استبداد و استحصال کا طعنہ دینے والے اور ان پر عدم رواداری کا الزام دھرنے والے کمیونزم میں بدترین قسم کی عدم رواداری اور استحصال موجود ہے جہاں مخالف کو ہر دغا و فریب دینا، اسے بدترین ظلم و تشدد کا نشانہ بنانا نہ صرف جائز بلکہ کار ثواب ہے۔ جہاں جھوٹ

©rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مکاری بداخلاقی میں شمار نہیں ہوتے، بہرحال یہ بھی ایک "مذہب" ہی ہے اور کیمونسٹ بھی بلاشبہ جنونی مذہب پرست ہیں جو اپنے مسلک و مذہب کی بنیاد دوسرے مذاہب کی تباہی پر رکھتے ہیں۔

مذہب کے نام نہاد مخالفین بھی اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے کہ انسانی معاشرے کا ارتقاء بلاشبہ انبیاء کرام کی تعلیمات کا مرہون منت ہے اور انسانیت کو اجتماعیت اور معاشرتی زندگی کی جو ترغیب و تلقین مذہب نے کی ہے اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا لیکن سائنس کی اس روشنی میں وہ اس قوت کی ضرورت محسوس نہیں کرتے بلکہ اب سائنس اس قدر عام ہو چکی ہے کہ اس کی "روشنی" سے دنیا کا ہر گوشہ منور ہو چکا ہے اور اب انسان اس روشنی میں جدھر چاہیں جا سکتے ہیں حتیٰ کہ اس سائنس کی "روشنی" سے وہ نسلی فسادات کی آگ بھی بھڑکا سکتے ہیں اور اگر پسند کریں تو ویت نام میں "روشنی" کی قندیلیں بھی جلا سکتے ہیں۔

یورپ کے دوررس نظر رکھنے والے اہل فکر اس حقیقت کو اب محسوس کرنے لگے ہیں کہ روحانی اقدار کو معاشرے سے خارج کرنے کی ناکام کوشش کر کے بڑی غلطی کی گئی ہے اور انہیں یہ یقین ہو گیا ہے کہ اب یا تو انسانی معاشرے کو خداترسی اور مذہب کی لگام دینی پڑے گی اور یا پھر سائنس کی "روشنی" میں ہائیڈروجن بموں سے بنی نوع انسانی کے مکمل خاتمے کے لیے تیار ہونا پڑے گا۔

★★

تالیف: امام ابن تیمیہؒ
کتاب الوسیلة

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی معرکہ آراء تصنیف جس نے لاتعداد بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے راہنمائی اور راہبری کا کام دیا۔ وہ کتاب جس کے اب تک دنیا کی متعدد زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ برصغیر میں جس کی پہلی اشاعت پر غلغلہ مچ گیا اور نام نہاد پیروں اور دین فروشوں کے سنگھاسن ڈولنے لگے۔ حقائق و معارف کا دلچسپ مرقع۔ نئے پیرہن، نئے اسلوب اور اعلیٰ طباعت و کتابت کے ساتھ۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۲۶۰۔ سفید کاغذ۔ مضبوط جلد۔ خوبصورت گردپوش۔ قیمت ۷/۵۰

ادارہ ترجمان السنہ، ایبک روڈ انارکلی لاہور
© rasailojaraid.com